Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ **الفضل** ربوہ
فون: ۴۴۹
(ایڈیٹر): نسیم سیفی
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴
جلد ۷۴-۳۹ | سوموار ۶ ذی الحجہ ۱۴۰۹ھ ۱۰ وفا ۱۳۶۸ہش ۱۰ جولائی ۱۹۸۹ء | نمبر ۱۵۶

اخبارِ احمدیہ

لندن

سیّدنا و امامنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے اہم خدماتِ دینیہ میں مصروف ہیں۔ صد سالہ جشن تشکّر کے سال کے اعتبار سے حضور کی مصروفیات کئی گنا بڑھ چکی ہیں۔ اس میں ممالکِ غیر کے دوروں کی مصروفیات شامل ہو چکی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے فضل و کرم سے ہمارے محبوب امام اور آقا کو اپنی تائید و نصرت سے نوازے اور حضور کے جملہ مقاصدِ عالیہ کو غیر معمولی کامیابی اور سرفرازی عطا کرے۔

ارشاداتِ عالیہ سیّدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ

"خدا ہی کی تلاش کرو۔ حقیقی لذّت خدا ہی میں ہے۔ جو لذّات اس دنیا سے لیجاوے گا۔ وہی اس کے ساتھ رہیں گی۔ ایک دہریہ جب مرے گا تو اُسے یہی خیال ہو گا کہ میں وہیں ہوں اور صرف جسم جدا ہوا ہے اس کو حسرت ہی حسرت رہے گی۔ جسم کے اندھے اچھے ہیں۔ اور قابلِ رحم ہیں بہ نسبت اس کے کہ دل کے اندھے ہوں۔ سیّد احمد خاں نے تفریط کی راہ لی ——— انسان ان کو کہاں تک قبول کرتا کوئی راہ تسلی اور سکینت کی نہ تھی۔ کہ انسان مانتا۔

دین کا سارا حصّہ ایسا نہیں ہوتا کہ انسان اُسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔ ایک حصّہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ خود خدا سمجھاوے۔ پھر جو سمجھنے والے ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ آہستہ آہستہ ان کے دلوں میں بٹھاتا جاتا ہے۔ انسان کو پوری سعادت تک پہنچانے کے واسطے خدا تعالیٰ نے اور حواس رکھے ہیں اگر وہ نہ ہوتے تو پھر دین کو انسان سمجھ نہ سکتا۔ اور اُس وقت میں حقیقی طور پر انسان خدا پر ایمان لاتا ہے۔ خدا پر ایمان اس کا ہے جسے خدا نے ہی ایمان دیا۔ برہمو کی طرح زمین اور آسمان کو دیکھ کر پھر خدا کی ضرورت کو ماننا تو گویا اپنی طرف سے ایک خدا تجویز کرنا ہے اور اس طرح سے گویا خود انسان کا احسان خدا پر ہے کہ اُس نے خدا کا پتہ لگایا۔ اصل میں اس روز سے انسان کو سچی زندگی حاصل ہوتی ہے۔ جس دن سے وہ خدا پر احسان نہیں رکھتا بلکہ خدا کا اپنے اوپر احسان مانتا ہے کہ اس نے خود اپنے وجود سے اُسے خبر دی اور اسی دن سے سفلی زندگی سے انسان کو نجات حاصل ہوتی ہے۔ جس دن خدا کہے کہ میں غالب ہوں اور اس دن سے وہ ترکِ گناہ پر قادر ہو گا۔ یہی وہ سلسلہ ہے جس سے انسان کو کامل یقین خدا پر حاصل ہوتا ہے۔ مگر ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

دنیا میں بھی ہر ایک شخص انعام و اکرام کے قابل نہیں ہوتا۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کے انعام و اکرام بھی خواص پر ہوتے ہیں۔" (ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۲۷۷، ۲۷۸)

مکرم محمد صادق صاحب وکالت تبشیر تحریک جدید کی بیگم صاحبہ کا پیٹ کا آپریشن فضل عمر ہسپتال ربوہ میں مورخہ ۲۰ جون کو ہوا ہے۔ احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ آپریشن کے بعد کی ہر قسم کی پیچیدگیوں سے محفوظ رکھے۔
مبشر احمد ابن عبد اللطیف صاحب (کوئٹہ)

میرے خسر مکرم چوہدری مولا بخش صاحب شدید بیمار ہیں اور دو ماہ سے گوجرانوالہ ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔ ان کی کامل و عاجل
(محمود احمد صاحب منیب مربی سلسلہ)

عزیزم نصیر احمد صاحب (احمد کلینک ربوہ) جن کا تین مرتبہ دل کا آپریشن ہوا ہے تاحال ملٹری ہسپتال راولپنڈی میں داخل ہیں۔ احباب دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں جلد کامل صحت عطا فرمائے۔

عید کے روز

"عید کے روز امراء غریبوں کے گھروں میں جائیں اور ان کو تحائف دیں اس میں آپ ایسی لذّتیں پائیں گے کہ دنیوی لذّتیں ہیچ ہو جائیں گی۔"
حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع)

دنیا کو جماعت سے جو توقعات ہیں وہ ہم پوری کریں گے

یہ خوشخبری ساری جماعت کیلئے ہے کہ اللہ کبھی ہمیں نہیں چھوڑیگا

سیّدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ کے ارشادات

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ نے اپنے دورِ امامت کے پہلے سفر یورپ ۱۹۸۲ء کے ضمن میں فرمایا:۔
"میں نے ایک خواب دیکھی اور اس سے مجھے یہ یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے اس سارے سفر کو کامیاب کرے گا اور مجھے کبھی تنہا نہیں چھوڑے گا۔ یعنی جماعت کو کبھی تنہا نہیں چھوڑے گا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ دبیت، بشارت سپین کے صحن میں میرے بھائی صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب آ کر مجھے گلے لگا لیتے ہیں اور پھر چھوڑتے ہی نہیں۔ میں حیران کھڑا ہوں مجھے اس وقت کچھ سمجھ نہیں آتی کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ انسان سمجھتا ہے کہ اب ملاقات کافی لمبی ہو گئی ہے۔ اب بس کریں۔ لیکن وہ چمٹ جاتے ہیں اور چھوڑتے ہی نہیں اسی حالت میں خواب ختم ہو گئی .... اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خوشخبری ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ صرف اس سفر کو بابرکت کرے گا بلکہ باقی ساری زندگی کو بھی بابرکت کرے گا۔ دنیا کو جماعت سے جو توقعات ہیں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہم ان کو پورا کریں گے ...... میں اس خوشخبری کو ساری جماعت کے لئے سمجھتا ہوں۔
(الفضل ۸ مارچ ۱۹۸۳ء صفحہ ۳)

روزنامہ الفضل ربوہ | پبلشر: مسعود احمد، پرنٹر: قاضی منیر احمد، مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقام اشاعت: دار النصر غربی ربوہ، قیمت: ایک روپیہ پچاس پیسے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

۱۰ر وفا ۱۳۶۸ہش ۱۰ر جولائی ۱۹۸۹ء

ہمارا انتقام

کوئی ظلم کے بدلے ظلم کر رہا ہو تو بعض لوگ اسے ظلم نہیں کہتے۔ انتقام کہتے ہیں اور دل ہی دل میں سوچتے ہیں کہ ایسا نہ کرتا تو اچھا تھا لیکن خیر اس کا حق ہے آخر اس پر ظلم ہوا ہے اور یہ بھی کہتے ہی ہیں کہ جیسے کو تیسا۔ گویا کہ ظلم کے بدلے ظلم ایک ایسا فعل ہے کہ جس کے بُرا ہونے کے باوجود دل کے نرم گوشے اسے برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں اور بدلے کا حق جانتے ہوئے معاف کر دیتے ہیں۔

لیکن اگر ظلم کے بدلے ویسی کوئی حرکت کی ہی نہ جائے یعنی اسی قسم کی حرکات سے انتقام نہ لیا جائے تو خیال پیدا ہوتا ہے کہ کمزوری کا اظہار کیا گیا ہے بلکہ بعض اوقات تو اسے بے غیرتی بھی کہتے ہیں۔ لوگ منہ چڑانے لگتے ہیں کہ اس پر اتنا ظلم ہوا اور اس نے جواباً کچھ بھی نہ کیا۔

یہ سب باتیں اپنی اپنی جگہ درست۔ لیکن پھر ظلم کا جواب کس طرح دیا جائے کہ لوگ منہ بھی نہ چڑائیں۔ کمزور بھی نہ کہیں۔ بے غیرتی کا طعنہ بھی نہ دیں اور ظلم کے بدلے ظلم بھی نہ ہو۔ کہ اس طرح ظالم کے برابر تو ہوا جا سکتا ہے اس سے بہتر نہیں۔ طریق یہ ہے کہ ظلم کی بجائے رحم کیا جائے۔ اور رحم بھی معروف قسم کا۔ لوگ دیکھیں اور سمجھیں کہ ظالم پر فی الواقعہ رحم کیا گیا ہے۔ ظلم کا بدلہ ظلم سے لینے کی طاقت رکھنے کے باوجود رحم کیا گیا ہے۔ اس سے ایک تو انسان کو خود احساس ہوگا کہ اس نے بہت اچھا کام کیا ہے اور دوسرے یہ کہ ظالم کا ظلم کے لئے پھر کبھی ہاتھ نہ اٹھ سکے گا۔ اور وہ اتنا احسان مند ہوگا کہ ہمیشہ دعا گو رہے گا۔

ایک سوال کے جواب میں حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ نے فرمایا:۔

"ہمارا انتقام یہی ہے کہ جو سختی کرتا ہے اس پر رحم کریں اور کوشش کریں کہ اس کی اولاد کو ہدایت نصیب ہو اس سے بڑا انتقام اور کیا ہو سکتا ہے۔"

یہ سبق دراصل ہم نے۔ یا یوں کہیئے کہ دنیا نے۔ حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا ہے۔

میری راتوں میں بھی سورج کی چمک باقی ہے
پھول پژمردہ سہی اب بھی مہک باقی ہے
دور ہو کر بھی قریبِ رگِ جاں ہے منزل
بادِ صرصر میں بھی شعلوں کی لپک باقی ہے

—— ابو الاقبال

تاثیرِ نالہ ہائے سحر دیکھتے رہے
بجھتے ہوئے شرر پہ شرر دیکھتے رہے

دل سے صدا یہ طُور پہ آئی کلیمؑ کو
جلوہ کدھر تھا آپ کدھر دیکھتے رہے

آنسو ٹپک کے خاک میں گُم ہو گیا کہیں
ہم لرزشِ شعاعِ قمر دیکھتے رہے

لاکھوں تڑپ تڑپ کے نظارے پلٹ گئے
کچھ بھی نہ دیکھتے تھے مگر دیکھتے رہے

تاروں نے اپنی راہیں بدل لی ہیں اور ہم
انکے گلے میں لعل و گہر دیکھتے رہے

میخوار آئے جام پیے مست ہو گئے
ہم پیرِ میکدہ کی نظر دیکھتے رہے

وہ آئے مسکرائے ذرا باغ کِھل گئے
ہم چرخ پر فغاں کا اثر دیکھتے رہے

تھی ایک جست صاحبِ لولاکؐ کیلئے
جبریل اپنی جنبشِ پَر دیکھتے رہے

تنویرؔ ان سے کیجیے تغافل کا کیا گِلہ
ہم ہی اُدھر نہ تھے وہ جدھر دیکھتے رہے

—— روشن دین۔ تنویر

جو نرمی سے محروم ہوا۔ وہ نیکی سے بالکل محروم رہا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شذرات

نون سین

موت کی عدالتی سزا

ایمنسٹی انٹرنیشنل نے حال ہی میں دنیا کے ۱۰۰ ملکوں کی حکومتوں سے کہا ہے کہ وہ موت کی عدالتی سزا کو ختم کر دیں، "کیونکہ یہ ایسا قتل ہے جو پہلے سے سوچا سمجھا ہوتا ہے اور جسے ٹھنڈے خون کا قتل کہا جا سکتا ہے یعنی COLD BLOODED" انسانی حقوق کی تنظیم نے ایک پریس ریلیز کے ذریعے یہ بات پیش کی ہے کہ متعدد ملکوں میں موت کی سزا کو سیاسی طور پر استعمال کیا جا رہا ہے یا یہ بھی ہے کہ غریب اور امیر طبقے سے امتیازی سلوک کرتے ہوئے یہ سزا دی جاتی ہے۔ بعض اوقات نسلی امتیاز بھی اس کا باعث بن جاتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ انہوں نے گذشتہ دس سال میں ۹۰ ملکوں سے اعداد و شمار حاصل کئے ہیں اور انہیں پتہ چلا ہے کہ اس دوران ۱۵۳۲۰ موت کی عدالتی سزائیں دی گئیں۔ اگرچہ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ یہ اعداد و شمار مکمل صورتحال واضح نہیں کرتے۔ ان کا اندازہ ہے کہ اس عرصے میں مرد عورتوں اور بچوں کو جو موت کی سزائیں دی گئیں ان کی تعداد چالیس ہزار سے بھی زیادہ ہے۔

۱۸۰ ملکوں کا تجزیہ کرنے کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ دنیا کے تقریباً نصف ممالک نے موت کی سزا ختم کر دی ہوئی ہے۔ "اسلئے یہ بات اور بھی زیادہ ضروری ہو گئی ہے کہ باقی ممالک میں بھی ایسے قوانین وضع کئے جائیں جن سے موت کی سزا ختم کی جا سکے"۔ پریس ریلیز میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ بعض ممالک سے (مثلاً انڈونیشیا) ایسی اطلاعات ملی ہیں کہ گرفتاری کے بیس سال بعد سزائے موت دی گئی۔ ۱۹۸۷ء میں دو ایسے افراد کو سزائے موت دی گئی جو ۲۵ سال تک جیل کی کوٹھڑیوں میں بند رہے۔ ۱۹۸۰ء میں جاپان میں ایسے قیدیوں کو رہا کیا گیا جو ۳۰ سال تک موت کی سزا سننے کے بعد جیل میں رہے تھے۔ رپورٹ میں اس بات کو بھی واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ ایسی سزائیں زیادہ تر ایسے ملکوں میں دی گئیں جہاں سیاسی میدان میں ایک دوسرے پر تشدد کا رجحان تھا اور ایسا اس لئے کیا گیا تاکہ مخالف پارٹی کو ختم کیا جا سکے۔

ایسے ممالک میں ایران، عراق، ترکی، حبشہ، غانا، اردن، کمپوچیا، صومالیہ، چائنا، امریکہ اور ساؤتھ افریقہ شامل ہیں۔

کم از کم چھ ایسے ملکوں کا ذکر کیا گیا ہے جہاں کم عمر بچوں کو بھی موت کی سزا دی گئی ہے، یہ تو ہے گذشتہ دہاکے کا حال۔

ان میں بنگلہ دیش، بارباڈوس، پاکستان اور امریکہ کے علاوہ ایران اور عراق بھی شامل ہیں۔ عالمی معیار سزا کا یہ ہے کہ ۱۸ سال سے کم عمر بچوں کو موت کی سزا نہیں دی جاتی۔ یعنی جن بچوں نے ۱۸ سال سے کم عمر میں جرم کیا ہو انہیں موت کی سزا سے بری سمجھا جاتا ہے۔ ۱۹۳۴ء سے لے کر اب تک روس میں موت کی سزا کے اعداد و شمار کو مخفی رکھا گیا ہے۔ لیکن پھر بھی اس رپورٹ میں ۶۳ ایسی موتوں کا ذکر کیا گیا ہے جو ۱۹۸۵ء اور ۱۹۸۸ء کے دوران وقوع پذیر ہوئیں، اور یہ ساری موتیں گولی کا نشانہ بنانے سے واقع ہوئیں۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل نے اپنی اس رپورٹ میں کہا ہے کہ ۸۰ ممالک ایسے ہیں جہاں اب عدالتی طور پر موت کی سزا نہیں دی جاتی یا سزا کا اطلاق نہیں کیا جاتا۔ اکثر ممالک ایسے ہیں جہاں ابھی تک یہ سزا دی جا رہی ہے۔ حال ہی میں جرمن ڈیموکریٹک ری پبلک نے اپنے ملک میں یہ سزا دی جانی بند کر دی ہے۔ اور یہ جولائی ۱۹۸۷ء سے ہوا ہے۔ جہاں تک روس کا تعلق ہے دسمبر ۱۹۸۸ء میں ایک قانون تیار کیا گیا جس میں ایسے جرائم کی تعداد کو کم کر دیا گیا ہے۔ جن کے نتیجے میں موت کی سزا دی جا سکتی ہے۔ لیبیا میں بھی جون ۸۸ء میں ایک ایسا قانون پیش کیا گیا تھا۔ جس میں موت کی سزا کو ختم کیا جانا مقصود تھا اور اس وقت تک جتنی موت کی سزائیں سنائی جا چکی تھیں۔ صدر معمر قذافی نے خود مداخلت کر کے ان کو کسی اور سزا میں بدلوا دیا تھا اور اب رپورٹ کہتی ہے کہ اس وقت سے لے کر اب تک کسی موت کی سزا کے دئے جانے کا علم نہیں ہو سکا جب تیونس میں ۱۹۸۷ء میں حکومت بدلی وہاں بھی موت کی سزا ختم کر دی گئی، پاکستان میں دسمبر ۱۹۸۸ء میں دو ہزار افراد کی موت کی سزائیں عمر قید میں تبدیل کی گئیں۔

ایک اکیلا انسان

حال ہی میں ایک عظیم سیاسی کارکن امینہ کچا لیا (اٹھاون برس) اور ان کے خاوند یوسف نے نیلسن منڈیلا سے ملاقات کی۔ اس سے پہلے گذشتہ سال ایک مختصر سی ملاقات ہوئی تھی یا اس سے پہلے ۱۹۶۲ء میں وہ منڈیلا سے ملی تھیں۔

منڈیلا جنوبی افریقہ کے سیاہ فام سیاسی رہنما ہیں۔ انہیں سفید فام لوگوں کی حکومت کا تختہ الٹنے کے الزام میں عمر قید ہوئی تھی۔ یہ ۱۹۶۴ء کی بات اور جنوبی افریقہ میں عمر قید کا مطلب یہ ہے کہ انسان زندگی کے آخری سانس تک قید ہی رہے۔ قید میں ان کی دوستی سوائے ان پرندوں کے کسی کے ساتھ نہیں ہے جو عام طور پر شام کے وقت انکے قید خانے کے بنگلے کے باغ میں آجاتے ہیں۔ اور یوں لگتا ہے کہ ان کی اداسی کو دور کرنے کیلئے وہ ان سے باتیں کرتے ہیں انہیں پرندوں کو وہ اپنا دوست سمجھتے ہیں۔ اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ایسا لگتا ہے کہ پرندے میرے اکیلے پن کو محسوس کرتے ہیں اور جب دو سفید فام کارندے شام کے چار بجے سارے دن کا کام نمٹا کر چلے جاتے ہیں تو پرندے باغ میں آکر منڈیلا کا دل بہلاتے ہیں۔ منڈیلا کو جب قید کیا گیا تو انہیں رابن آئی لینڈ (جو کہ کیپ ٹاؤن کی ایک طرف قید خانہ ہے) وہاں بھیجا گیا اس قید خانے میں ۱۲ سال تک انہیں روڑی کوٹنی پڑی۔ ۹۶۱۲ دن کی قید کے بعد انہیں گذشتہ دسمبر ۱۹۸۸ء میں تبدیل کر دیا گیا۔ تاکہ وہاں وہ تپ دق کا علاج کروا سکیں۔ انہیں سب سے زیادہ تکلیف اس بات کی ہے کہ وہ قید میں اپنے ساتھیوں سے بات نہیں کر سکتے۔ صرف دو سفید فام اردلی صبح کے وقت ان کے بنگلے میں سات بجے پہنچ جاتے ہیں اور سارا دن کام کرنے کے بعد چار بجے وہاں سے چلے جاتے ہیں یہی وہ وقت ہے جب وہ اپنے آپ کو انتہائی طور پر اکیلا انسان محسوس کرتے ہیں۔ اور انہیں خواہش ہوتی ہے کہ پرندوں سے باتیں کریں۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ پرندے بھی خاص طور پر اس وقت باغ میں آتے ہیں۔ ان کی رہائش ایک ایسے بنگلے میں ہے جو ہے تو قید خانے کا حصہ۔ لیکن انتہائی صاف ہے۔ اور نہائت پیارا گھر معلوم ہوتا ہے۔ ان کی ایک ہی خواہش ہے اور وہ یہ کہ جنوبی افریقہ کے لوگوں کو آزادی حاصل ہو۔ انہیں اس بات کی امید ہے کہ کسی وقت حکومت کی اور سیاہ فام لوگوں کی آپس میں گفت و شنید ہو گی۔ سیاہ فام باشندوں کی کانگریس کا نام افریقین نیشنل کانگریس ہے۔ منڈیلا اس کانگریس کے فوجی ونگ کے بنیادی ممبر تھے اور یہی وہ لوگ ہیں جو آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ خیال یہ تھا کہ جب انہیں پارل بھجوایا گیا۔ تو یہ ان کی آزادی کے لئے ایک تبدیلی عمل تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ شاید ستمبر میں ہونے والے انتخابات کے بعد انہیں رہا کر دیا جائے گا۔ آج کل جنوبی افریقہ کی سفید فام حکومت پر اس بات کا دباؤ بڑھ رہا ہے کہ انہیں آزاد کرے۔ کیونکہ باقی دنیا کے ممالک کسی نہ کسی رنگ میں جنوبی افریقہ کے خلاف فیصلے کرنے لگے ہیں۔ منڈیلا کی قید بھی اس بات کا ایک اہم جزو ہے کہ حکومت سیاہ فام لوگوں کے ساتھ گفت و شنید کے لئے تیار نہیں ہوتی۔ جہاں تک منڈیلا کو آزاد کرنے کا سوال ہے۔ جنوبی افریقہ کی حکومت یہ مطالبہ کرتی ہے کہ وہ اس بات کا اقرار کریں کہ تشدد کی کارروائیوں میں حصہ نہیں لیں گے۔ لیکن وہ اس بات کے لئے کسی صورت بھی تیار نہیں ہوتے اب ان کی صحت کی حالت پہلے سے بہتر ہے۔ بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ پوری طرح سے صحت یاب ہو گئے ہیں۔ لیکن یہ صحت انہیں کافی عرصہ کے بعد میسر آئی ہے۔ وہ اپنے قید خانے میں وقت کا اکثر حصہ مطالعے میں گذارتے ہیں۔ کچھ لکھتے بھی ہیں۔ ریڈیو سنتے ہیں۔ ان کے پاس ایک ٹیلی ویژن بھی ہے۔ یہ سب چیزیں ہونے کے باوجود وہ ایک "اکیلا انسان" ہیں۔ اور اس اکیلے پن کو وہ بہت محسوس کرتے ہیں۔

سخی اللہ سے قریب ہے۔
جنت سے قریب ہے۔
لوگوں سے قریب ہے۔
اور آگ سے دور ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یادِ رفتگاں

چوہدری مبارک مصلح الدین احمد وکیل المال ثانی، ربوہ

حضرت صوفی غلام محمد صاحب

"میں نے ان کو بہت قریب سے دیکھا ہے مختلف وقتوں میں ان کے ساتھ، ان کے ماتحت اور اوپر بھی کام کر کے دیکھا ہے۔ وہ بہت ہی پیارا وجود تھا جو ہم سے رخصت ہوا ہے۔ ان کی عمر ۸۷ سال تھی اور آخری سانس تک خدمت ہی کرتے رہے ہیں۔ ایک دن بھی چھٹی نہیں لی۔ غالباً ان کی دعا اور خواہش یہی ہو گی کہ کام کرتے کرتے گزروں، چنانچہ وہ اسی کام کی حالت میں ہی رخصت ہوئے ہیں۔"

(حضرت مرزا طاہر احمد امام جماعت احمدیہ)

آج سے چار سال قبل ۲۳ اپریل ۱۹۸۵ء کی صبح خاکسار کے والد حضرت صوفی غلام محمد صاحب دفتر ڈیوٹی پر جا رہے تھے کہ اچانک دل پر بیماری کا حملہ ہوا اور چند گھنٹوں میں ہی اپنے مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے ع

بلانے والا ہے سب سے پیارا اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

آپ کو یہ شرف حاصل تھا کہ نہ صرف آپ کے والد محترم حضرت "میاں محمد الدین پٹواری بلانی ضلع گجرات" (اتم واصلباتی نویس) بلکہ آپ خود بھی حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے رفیق تھے۔ اور تین سال کے قریب ۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۸ء تک حضور کے قدموں میں اور قرب میں رہنے کی توفیق پائی اور آپ کے فیض سے برکت پائی۔ میری دادی جان محترمہ نیک بی بی صاحبہ اکثر فرمایا کرتی تھیں کہ جب آپ بچے تھے تو حضرت بانی سلسلہ نے فرمایا کہ تکلیفیں ہوں گی لیکن نیک بہت ہوگا چنانچہ حضرت والد صاحب میں نیکی کا اس قدر مادہ تھا کہ رات دن آپ کا یہی شغل تھا اور نیکیاں کرنے کی آپ کو حرص تھی۔ اور سلسلہ کی خدمت بے نفسی اور بے لوثی سے نہایت محنت اور توجہ سے کرتے تھے۔ ایک روز دفتر خدمت درویشان کی ہدایت پر اپنے والد محترم جنہوں نے درویشی کے زمانہ میں قادیان وفات پائی اور بہشتی مقبرہ قادیان مدفون ہیں، کے بارہ میں آپ نے ایک مضمون لکھا جس کے ساتھ یک صفحہ کا اپنے بارہ میں تعارف تھا کہ لکھا جو حسب ذیل ہے۔

"خاکسار غلام محمد کے والد صاحب جن کا نام ضمیمہ انجام آتھم میں (۳۱۳ رفقا کی فہرست میں) تیسرے نمبر پر میاں محمد الدین پٹواری بلانی ضلع گجرات" درج ہے۔ حضرت (بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ) کے ارشاد پر تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میری پیدائش سے قبل جاری ہوا تھا۔ میرے والد صاحب فرماتے تھے جب سکول جاری ہوا تو میری شدید خواہش تھی کہ اگر میرا لڑکا ہوتا تو اسکو یہاں داخل کرواتا۔

چنانچہ میری عمر ۶½ سال ہوئی تو اس سکول کی جماعت دوم میں ۱۹۰۵ء میں داخل کروا دیا۔ حضرت (بانی سلسلہ احمدیہ) کی وفات کے وقت میں چوتھی جماعت میں تھا۔ ۱۹۱۷ء میں حضرت (فضل عمر) نے وقف کی تحریک فرمائی، میں اسوقت جماعت دہم کا طالب علم تھا۔ میں نے حضور کی خدمت میں تحریری درخواست کے ذریعہ زندگی وقف کی پیشکش کی جسے حضور نے منظور فرما لیا۔ ۱۹۲۳ء میں مجھے آگرہ میں ملکانہ کی شدھی کی تحریک میں دیگر واقفین کی طرح بھیجا گیا۔ ۱۹۲۶ء سے ۱۹۳۱ء تک احمدیہ ہوسٹل لاہور کا سپرنٹنڈنٹ رہا۔ ۱۹۳۲ء سے ۱۹۵۶ء تک تعلیم الاسلام ہائی سکول میں ٹیچر رہا۔ ۱۹۳۵ء میں حضور نے جب تحریک جدید کے ماتحت بورڈنگ تحریک جدید جاری فرمایا تو مجھے مشاورت ۱۹۳۵ء کے ایام میں ہی پہلا سپرنٹنڈنٹ مقرر فرمایا۔ کچھ عرصہ میں بی ٹی کی تعلیم کے لئے علی گڑھ گیا۔ بعد میں پھر حضور نے مجھے اسی بورڈنگ ہاؤس کا ۱۹۳۷ء میں سپرنٹنڈنٹ مقرر فرمایا۔ اس عہدہ پر مجھے ۱۹۴۶ء تک کام کرنے کا موقعہ ملا۔ سکول سے ۱۹۵۶ء میں ریٹائر ہوا تو حضرت (فضل عمر) نے مجھے نائب ناظر.. المال مقرر فرمایا۔ ۱۹۶۴ء میں حضور نے مجھے ناظر... المال خرچ مقرر فرمایا۔ چنانچہ اسی عہدہ پر کام کر رہا ہوں۔ ۱۹۸۳ء جولائی سے حضرت (چوتھے امام جماعت احمدیہ) نے ناظر... المال خرچ کے علاوہ ناظر اعلیٰ ثانی مقرر فرمایا۔ اور خدمت کی توفیق پا رہا ہوں"

بورڈنگ تحریک جدید قادیان کے بارہ میں والد صاحب محترم صوفی غلام محمد صاحب نے مورخہ ۲۲ مئی ۱۹۸۰ء کو حسب ذیل نوٹ محترم مکرم مولوی دوست محمد صاحب کے نام تحریر فرمایا۔

"تاریخ احمدیت کی جلد ۸ میں بورڈنگ تحریک جدید کے اجراء کے متعلق جو آپ نے تحریر فرمایا ہے اسکی تصحیح کی ضرورت ہے۔

تحریک جدید ۱۹۳۴ء میں جاری ہوئی تھی۔ مطالبات تحریک جدید میں ایک یہ مطالبہ تھا کہ احباب جماعت اپنے بچوں کو مرکز میں تعلیم کے لئے بھجوائیں۔ ان کی رہائش کے لئے بورڈنگ تحریک جدید حضرت (قدرت ثانیہ کے مظہر ثانی (اللہ آپ سے خوش ہو۔) نے جاری فرمایا۔ اپریل ۱۹۳۵ء کی مجلس مشاورت کے دوسرے دن خاکسار کو حضرت میاں بشیر احمد صاحب ایم۔اے (اللہ آپ سے خوش ہو) نے جو اسوقت ناظر تعلیم و تربیت تھے ایک چٹھی کے ذریعہ مطلع فرمایا کہ حضرت (امام جماعت احمدیہ) نے مجھے سپرنٹنڈنٹ مقرر فرمایا نیز ارشاد فرمایا کہ بورڈنگ تحریک جدید فوری جاری کر دیا جائے اور فی الحال صدر انجمن احمدیہ کے بورڈنگ میں ایک طرف طلباء کو رکھا جائے۔ چنانچہ اس ارشاد کے مطابق خاکسار نے اگلے دن طلباء کا داخلہ شروع کر دیا۔ اسوقت تعلیم الاسلام ہائی سکول کے بورڈنگ میں صرف ۲۵ کے قریب طلباء رہائش پذیر تھے۔ چند دن کے بعد حضرت (فضل عمر) کے ارشاد کے مطابق بورڈنگ کی عمارت کو پختہ دیوار کے ذریعہ دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ شمالی حصہ میں تعلیم الاسلام سکول کا بورڈنگ تھا اور جنوبی حصہ میں تحریک جدید کا بورڈنگ طلباء کے انتظام کے بارے میں حضرت صاحب (اللہ آپ سے خوش ہو) خود ہدایات خاکسار کو دیتے تھے۔ علاوہ ازیں مکرم مولوی عبدالرحمن انور انچارج تحریک جدید کے ذریعہ بھی بعض اوقات مجھے ہدایات ملتی تھیں۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد شمالی حصہ کے طلباء بھی بورڈنگ تحریک جدید میں داخل ہو گئے اور اس کے بعد صرف اس عمارت میں بورڈنگ تحریک جدید ہی کے طلباء کی رہائش تھی۔ گورنمنٹ کے قواعد کے مطابق سکول میں معلم کے لئے ٹریننگ حاصل کرنی لازم ہوتی ہے۔ لہذا حضور کے ارشاد کے مطابق خاکسار ۲۸/۶/۳۵ کو بی ٹی میں داخل ہونے کے لئے علی گڑھ چلا گیا۔ ۱۹۳۶ء میں جب بی ٹی کر کے واپس آیا تو اس کے قریباً ایک سال بعد مجھ کو بورڈنگ تحریک جدید کا دوبارہ سپرنٹنڈنٹ حضرت صاحب نے مقرر فرمایا۔ ۱۹۴۶ء تک یہ خدمت سرانجام دیتا رہا۔

... خاکسار (دستخط) غلام محمد

ناظر... المال خرچ ۲۰-۵-۸۰"

۱۹۴۷ء میں کچھ عرصہ کے لئے جب مڈل سکول الگ کیا گیا تو اس کے آپ ہیڈ ماسٹر رہے۔

- آپ کو یہ سعادت بھی حاصل ہوئی کہ ۱۹۴۳ء میں قریباً ڈیڑھ ماہ حضرت فضل عمر (اللہ آپ سے راضی ہو) کے پرائیویٹ سیکرٹری کے طور پر کام کی توفیق ملی اور پہاڑ کے سفر پر بھی حضور کے ہمراہ گئے۔ ایک ایمان افروز واقعہ بھی آپ بیان فرمایا کرتے تھے کہ

"اس سفر میں پہاڑی رستہ پر ایک جگہ بہت بڑا بھیڑ بکریوں کا ریوڑ آگیا۔ مکرم نذیر احمد صاحب بھاگلپوری کار چلا رہے تھے اور حضور کے ہمراہ حضرت ام ناصر (اللہ آپ سے خوش ہو) تھیں۔ حضور نے مجھے ساتھ لیا اور قریباً چار ساڑھے چار میل رستہ ہم بھیڑ بکریوں کو آگے سے ہٹاتے رہے اور پیچھے مکرم نذیر صاحب کار چلاتے رہے۔ اس طرح حضور کو اللہ تعالیٰ نے خدا کے فرستادوں کے طریق پر عمل کا موقع پیدا فرما دیا۔

- آپ نے خدا تعالیٰ کے فضل سے اپنے نیک نمونہ، حسن اخلاق اور پیار سے بہت سے طلباء کو زندگی وقف کی طرف مائل کیا اور آپ کئی لڑکے حضور کی خدمت میں لے کر پیش ہوتے رہے جن میں سے بہتوں کا وقف حضور نے قبول فرمایا جنہیں بعد میں سلسلہ کے صف اول کے خادم بننے کا شرف حاصل ہوا۔

جلسہ سالانہ کے لنگر خانہ کے آپ سالہا سال تک انچارج رہے۔ قادیان میں بھی اور ربوہ میں بھی ۱۹۵۶ء میں جب آپ کی ڈیوٹی نظارت مال میں لگ گئی تو آپ کو اگلے سال جلسہ سننے کی توفیق ملی جس پر فرمایا کہ قریباً ۲۰ سال کے بعد جلسہ گاہ جا رہا ہوں۔ قدرت ثانیہ کے دوسرے مظہر کی امامت کا سلور جوبلی جلسہ ۱۹۳۹ء کے موقعہ پر ہم نے اپنے گھر کا ریڈیو بورڈنگ ہاؤس کے بنیرے پر رکھ کر جلسہ گاہ سے تاریں لگوا کر لنگر کے کارکنوں کو تقاریر حضرت فضل عمر سنانے کا انتظام کیا۔

- پارٹیشن کے بعد تعلیم الاسلام سکول چنیوٹ آ گیا اور آپ کی رہائش چنیوٹ ہی آپ چنیوٹ جماعت کے امیر بھی رہے اور لمبا عرصہ قاضی سلسلہ عالیہ احمدیہ بھی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ جب سکول ربوہ آگیا تو کچھ عرصہ ربوہ سکول کے بورڈنگ کے سپرنٹنڈنٹ بھی رہے چنیوٹ سے سائیکل پر آتے تھے اور رات کو دیر سے واپس جاتے تھے۔ اور اکثر سحری کے وقت ربوہ چلے آتے۔ یا نماز فجر یہاں آکر پڑھتے اور اپنی ڈیوٹی پوری طرح ادا کرتے۔ سکول سے ریٹائرمنٹ کے بعد آپ مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے سالہا سال آڈیٹر رہے اور بعد میں مجلس عاملہ کے خصوصی رکن بھی رہے۔

- آپ تاریخ، جغرافیہ، ریاضی اور سائنس کے قابل ترین استادوں میں سے تھے اور ریاضی میں خصوصی مہارت حاصل تھی۔ پارٹیشن کے وقت باؤنڈری کمشن کے کام کے سلسلہ میں حضرت فضل عمر نے مردم شماری اور متعلقہ دیگر اعداد و شمار تیار کرنے والی ٹیم میں آپ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کو بھی شامل فرمایا اور آپ نے بہت سا DATA بعد از سروے SURVEY تیار کیا۔ ہجرت کے دنوں میں کچھ عرصہ مکرم مولانا جلال الدین شمس قادیان میں انچارج رہے جن کے آپ اسسٹنٹ کے طور پر بڑی جرأت اور دلیری کے ساتھ رات دن کام کرتے رہے اور جب سکول چنیوٹ میں قائم کیا گیا تو حضور کے حکم سے آپ بعد والے قافلہ میں ہجرت کر کے پاکستان آئے۔

- آپ اپنے فرائض کی ادائیگی میں بہت مستعد تھے اور بلا تاخیر کام نمٹانے کے عادی تھے بلکہ جب تک سرانجام نہ دے لیتے چین نہیں آتا تھا۔ بعض کاموں میں مجھے بھی آپ کے ساتھ کام کی توفیق ملی۔ آپ بلا توقف کام اختتام تک پہنچا کر دم لیتے تھے۔ سکول میں آپ کا بہت احترام تھا۔ لڑکے آپ سے بہت خوش رہتے تھے اور آپ کے نتائج بہت شاندار رہے۔ آپ بہت مقبول سپرنٹنڈنٹ تھے۔ جب نئے سپرنٹنڈنٹ آئے تو لڑکے روتے تھے کہ اس قدر پیار ہمیں کون دے گا۔ دفتر آکر آپ کی مستعدی میں اور اضافہ ہوا۔ آپ کی میز پر کوئی کاغذ پینڈنگ نہیں ہوتا تھا بلکہ فوری کارروائی فرماتے اور کئی شعبہ کا کام بیک وقت نمٹاتے رہے۔ آپ ناظر اعلیٰ ثانی، قائمقام ناظر اعلیٰ اور امیر مقامی ربوہ بھی رہے۔ حضور انور نے اپنے ۱۲ر اگست ۸۴ء کے خط میں لندن سے لکھا۔

"پیارے برادرم صوفی غلام محمد
صاحب ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ
...... آپ کے .... یعنی مخلص
بزرگ فنا فی اللہ .... کے کام
سے میں بہت خوش ہوں۔ اللہ
اپنی رحمت اور پیار سے آپ کو
اتنا دے کہ آپ کا تصور بھی
اسکے قدموں تک نہ پہنچ سکتا ہو
.... خاکسار
(دستخط) مرزا طاہر احمد ۱۲-۸-۱۳۶۳ / ۱۹۸۴"

- آپ کی وفات ۲۳ مئی ۸۵ کو ہوئی۔ کچھ دنوں کے بعد لندن میں مکرم چوہدری حمید اللہ صاحب نے مجھے وہ کاغذ دکھایا جس پر آپ نے ۲۲ مئی ۸۵ کو حضور کی خدمت میں شوریٰ کی سفارشات کے ساتھ بجٹ منظور کئے جانے کی درخواست کی تھی۔ مکرم چوہدری صاحب نے مجھے فرمایا دیکھ لو حضرت صوفی صاحب اپنا کام مکمل کر کے رخصت ہوئے ہیں۔

- طالب علمی کے زمانہ سے لے کر آخری سانس تک آپ نے ہر لمحہ سلسلہ کی خدمت میں وقف رکھا۔ گرمیوں کی تعطیلات میں بھی کام کرتے رہے اور چھٹی والے دن بھی کام کی جب بھی ضرورت پڑی نمٹایا۔ آپ ایک دلچسپ واقعہ سنایا کرتے تھے۔

آپ اسلامیہ کالج لاہور کے طالب علم تھے اور رہائش احمدیہ ہوسٹل میں تھی سپرنٹنڈنٹ مکرم شیخ یوسف علی صاحب تھے۔ وہ بڑے ہی سادہ طبیعت کے تھے۔ اور جیسا کہ کالج کے طلباء میں ہوتا ہے بعض بعض کے ساتھی بن جاتے ہیں۔ احمدیہ ہوسٹل میں بھی ایسے گروپس تھے جن کے مختلف قسم کے مطالبات اور ایک دوسرے سے ریس سے بعض مسائل پیدا ہوتے تھے جن سے مکرم شیخ صاحب اپنی شرافت اور سادگی کی بناء پر پریشان ہو جاتے تھے۔

محترم والد صاحب فرماتے تھے کہ جس روز آپ کا آخری پرچہ بی۔ ایس سی کا ہوا تو مکرم شیخ صاحب آپ کے پاس آئے اور فرمایا کہ بھئی تمہارے متعلق مرکز سے آرڈر آیا ہے کہ تمہیں احمدیہ ہوسٹل کا سپرنٹنڈنٹ مقرر کیا گیا ہے سو تم مجھ سے فوراً چارج لے لو۔ والد صاحب کہتے کہ میں نے انسے کہا کہ مجھے والدہ سے مل آنے دیں، کچھ سامان چھوڑ آؤں اور کچھ اشیاء لے آؤں۔ صرف ایک دو دن کی اجازت دیدیں لیکن شیخ صاحب نے بہت اصرار کیا کہ نہیں تم ابھی چارج لے لو اور مجھے اس مشکل سے نجات دلاؤ۔ چنانچہ آپ نے چارج لے لیا اور گھر نہیں گئے۔ اور پھر خدا کے فضل سے بہت ہر دلعزیز سپرنٹنڈنٹ رہے اور پونے چھ سال یہ خدمت بجالانے کی توفیق پائی۔ گویا آپ نے ایک دن کے بھی توقف کے بغیر عملی طور پر کام شروع کر دیا اور پھر جس روز آپ کی وفات ہوئی اس روز بھی آپ ڈیوٹی پر ہی تھے اور ہمارے پیارے آقا نے آپ کے لئے حسب ذیل الفاظ میں دعا کی تحریک فرمائی:۔

"میں نے ان کو بہت ہی قریب سے دیکھا ہے مختلف وقتوں میں ان کے ساتھ، ان کے ماتحت اور اوپر بھی کام کر کے دیکھا ہے۔

وہ بہت ہی پیارا وجود تھا جو ہم سے رخصت ہوا ہے۔ ان کی عمر قریباً ستاسی سال تھی اور آخری سانس تک خدمت ہی کرتے رہے ایک دن بھی چھٹی نہیں لی۔ غالباً ان کی دعا اور خواہش یہی ہو گی کہ کام کرتے کرتے گزر دوں چنانچہ وہ اسی کام کی حالت میں ہی رخصت ہوئے ہیں۔ حضرت (بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ) کے (رفیق) کی حیثیت سے بھی، سلسلہ کے پرانے خادم کی حیثیت سے بھی اور ناظر اعلیٰ ثانی کی حیثیت سے بھی جماعت پر ان کے بہت سے حقوق عائد ہوتے ہیں۔ اس لئے ابھی نماز جمعہ کے بعد ان کی نماز جنازہ غائب ہو گی اس میں بھی انہیں دعاؤں میں یاد رکھیں اور بعد میں بھی جب دعائے خاص کی توفیق ملے ان کی مغفرت کے لئے دعا کریں اور ان کی اولاد کے لئے بھی ہمیشہ دعا کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو بھی نیکیوں پر قائم رکھے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۶ مئی ۸۵ بمقام بیت الفضل لندن)

بنت اطہر

دعا آخر رنگ لاتی ہے

اس موضوع پر اداریہ پڑھا۔ آپ گویا دل کی بات پکڑ لیتے ہیں۔ کہ دعا آخر کار رنگ لاتی ہے۔ خاکسار کا تجربہ ہے کہ دعا تو دعا ہے دل میں ادنیٰ سی خواہش بھی پیدا ہوتی ہے تو وہ رحیم و کریم پیارا خدا کسی نہ کسی رنگ میں پوری کر دیتا ہے۔ چند ذاتی واقعات پیش خدمت ہیں۔

(۱) زمانہ طالبعلمی میں انسان کو چھوٹی سی چیز بھی بہت خوشی دیتی ہے اور بظاہر چھوٹی سی خواہش بھی بہت بڑی لگتی ہے۔ خاکسار جب جماعت سوم سے چہارم میں آئی تو کلاس میں اکیسواں نمبر تھا۔ اس زمانے میں رزلٹ کے وقت والدین کو بھی بلایا جاتا تھا اور پہلی تین پوزیشن لینے والے کو باری باری کھڑا کیا جاتا تھا۔ بچوں کی یہ بہت حوصلہ افزائی ہوتی تھی۔ میرے دل میں خیال گزرا کاش میں بھی اس طرح کھڑی ہوتی۔ حتیٰ کہ ایک سال گزرا۔ رزلٹ والے دن میں دانستہ سکول نہیں گئی کہ پوزیشن تو آتی نہیں پاس ہونے کا پتہ تو چل ہی جائے گا۔ جب رزلٹ نکلا تو خدا کے فضل سے تھرڈ تھی۔ اور اس سے اگلے سال فرسٹ۔ اور محض پیارے خدا کے فضل سے ہمیشہ ہر کلاس میں ایف ایس سی تک فرسٹ آتی رہی۔

(۲) میڈیکل میں تعلیم کے دوران ہمارے فزیالوجی کے ٹسٹ باقاعدگی سے ہوتے تھے یوں تو عام ٹسٹ ہوتے رہتے ہیں مگر اس مضمون میں ہماری پروفیسر بہت دلچسپی ظاہر کرتی تھیں اور بہت محنت کرتی تھیں۔ ٹسٹ کے وقت ایک سوال ایسا ضرور ہوتا تھا جسے پیچیدہ کہا جا سکتا ہے۔ وہ حل کرنے میں بہت مزہ آتا تھا۔ نیز جب رزلٹ نوٹس بورڈ پر لگتا تھا تو بجائے رولنمبر کی ترتیب کے وہ حاصل کردہ نمبروں کی ترتیب کے نتیجہ آویزاں کرتی تھیں اور پوری لسٹ اپنے ہاتھ سے خوبصورت لکھائی میں تیار کرتی تھیں۔ اسطرح فرسٹ آنے والے کا نام سب سے اوپر لکھا جاتا۔ خدا کے فضل سے خاکسار کے اچھے نمبر آتے تھے کبھی فورتھ تھرڈ حتیٰ کے سیکنڈ بھی مگر فرسٹ نہیں آئی۔ خاکسار ہر ٹسٹ میں فرسٹ آنے کی دعا مانگتی۔ آخری ٹسٹ کے بعد ہمیں امتحان کی تیاری کے لئے چھٹیاں ہو گئیں۔ اس ٹسٹ میں کوئی خاص دعا نہ کی کہ اب تو آخری تھا۔ چھٹیاں گزار کر جب ہوسٹل گئی تو کمرے میں بیٹھنے سے پہلے ایک لڑکی نے بتایا کہ تم فرسٹ ہو۔ بے اختیار اللہ تعالیٰ کی حمد زبان پر جاری ہو گئی۔

(۳) بچپن میں جب حل شدہ پرچے نمبر لگ کر واپس ملتے تو حاصل کردہ نمبروں کی کئی دفعہ پڑتال کی جاتی کہ شاید غلطی سے کوئی نمبر گننے سے رہ گئے ہوں مگر ہر دفعہ حاصل جمع صحیح ہوتا۔ یہ عادت لاشعوری طور پر اتنی پختہ ہو گئی کہ ہمیشہ نمبروں کو چیک کرنا کہ صحیح لگے ہیں اور ہمیشہ صحیح ہی ہوتے۔ حتیٰ کہ ایم بی بی ایس فائنل کا رزلٹ آیا کچھ عرصہ بعد نمبروں کی تفصیل آئی تو اس میں سات نمبر زیادہ تھے جب کہ گزٹ میں سات نمبر کم تھے گویا خدا تعالیٰ نے اس "لالچی" خواہش کو بھی پورا کیا۔ بظاہر یہ واقعات انتہائی معمولی نظر آتے ہیں مگر میں اسے ہمیشہ خدا کے پیار کی خاص نظر سمجھتے ہوئے بہت لطف محسوس کرتی ہوں کہ اس نے ادنیٰ ادنیٰ خواہشوں کو بھی رد نہیں کیا۔ بڑی خواہشوں کا تو ذکر ہی کیا۔ اس کے لئے خدا کا لاکھوں بار شکر

عید الاضحیہ کا سبق

"عید الاضحیہ میں تربیت اولاد کے متعلق ایک عظیم الشان سبق ہے کہ کس طرح حضرت اسماعیل علیہ السلام نے خدا کے حکم کے آگے اپنا سر رکھ دیا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرح ایسے قائمقام پیدا کرو جو دین حق کے جھنڈے کو ہر حالت میں بلند رکھیں اور وہ قربانیوں کے لئے تیار رہیں"

(حضرت فضل عمرؓ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پاکستان میں زراعت کی ترقی

ادارہ الفضل اپنے قارئین کی دلچسپی اور ازدیادِ علم کے لئے مختلف کتب ورسائل میں شائع ہونے والے مفید مضامین آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہے مقصد یہ ہے کہ احباب کرام کو مختلف موضوعات پر اہم اور مستند تحریریں پڑھنے کو ملیں ۔ بعض قارئین نے اس سلسلہ کو بہت پسند فرمایا ہے۔ ذیل میں ہم جناب احسان شاکر صاحب کا نوائے وقت ۲۹ جون ۸۹ء میں شائع ہونے والا مضمون "پاکستان میں زراعت کی ترقی میں حائل رکاوٹیں دور ہونی چاہئیں" قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں ۔ اخبار اور مضمون نگار کے شکریہ کے ساتھ ۔

چھوٹا کاشتکار

قومی زرعی کمیشن کی رپورٹ کے مطابق پاکستان کے پینتالیس ہزار سے زائد دیہاتوں میں چالیس لاکھ زراعت پیشہ افراد بستے ہیں اور ان میں اکثریت چھوٹے کاشت کاروں کی ہے ۔ اسی رپورٹ کے مطابق پاکستان میں چھوٹے کاشتکار کی تعریف بالعموم اس کے فارم (یا ملکیتی رقبے) کے لحاظ سے کی جاتی ہے۔ یہ رقبہ ۱۲٫۵ ایکڑ نہری یا ۲۵ ایکڑ بارانی یا اس سے کم ہوتا ہے مگر اکیلا یہی معیار کئی اعتبار سے ناکافی ہے اور اس کے ثبوت میں کئی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں ۔ مثلاً اگر محض ملکیتی رقبے کو ملحوظ رکھا جائے تو ہم دیکھیں گے کہ نہ تو سارے چھوٹے کاشتکار کنگال ہوتے ہیں اور نہ ہی ہر مفلس ونادار کسان چھوٹا کاشت کار ہوتا ہے ۔ صرف ملکیتی رقبے کو ملحوظ رکھ کے دیکھا جائے تو کئی چھوٹے کاشت کار شہری علاقوں کے قریب ہونے کی وجہ سے یا اپنی زمین کی زرخیزی کی بدولت یا ذہانت کے ساتھ کاشتکاری کرنے کے باعث اچھی خاصی گذر بسر کر رہے ہیں ۔ اسی طرح یہ بھی حقیقت ہے کہ بہت سے دیہی غریبوں کے پاس زمین ہوتی ہی نہیں اور وہ مزارعت بھی نہیں کرتے بلکہ زرعی شعبے میں مزدوری کرکے یا دیگر غیر زرعی سرگرمیوں سے روزی کماتے ہیں ۔ بے زمین مزدور جن کی تعداد بڑھ رہی ہے بعض اوقات عارضی ملازمت کرکے روزی کماتے ہیں یا پھر غیر یقینی ذرائع روزگار پر انحصار کرتے ہیں ۔ چھوٹے کاشت کاروں کے مقدر کی طرح ان کی آمدنی اور اقتصادی حالت بھی زرعی ترقی کے عمل کے ساتھ وابستہ ہیں ۔

- چھوٹے کاشت کاروں کا ملکیتی رقبہ چھوٹا ہوتا ہے ۔ اور اکثر اوقات رہن یا خریداری کے باعث انتقال کی زد میں رہتا ہے اور اگر وہ شخص بٹائی پر مزارعت کرتا ہو تو بعض حالات میں بے دخلی کا امکان رہتا ہے ۔
- چھوٹے کاشت کاروں کے کنبوں کی آمدنی کا بیشتر حصہ زراعت سے حاصل ہوتا ہے مگر مکمل غربت یا فاقہ کشی سے بچنے کے لئے یہ ضروری ہوتا جارہا ہے کہ وہ آمدنی کے دیگر ذرائع اختیار کریں ۔
- چھوٹے کاشت کاروں میں نئی ٹیکنالوجی کو حاصل کرنے کی استطاعت کم ہوتی ہے ۔ منڈیوں تک ان کی رسائی بھی کم ہوتی ہے ۔ اور خدمات عامہ سے استفادہ کی استطاعت بھی کم رقبے یا حقیقت اراضی کی وجہ سے محدود ہوتی ہے اور چھوٹے کاشتکاروں کو معاشرہ میں فیصلے کرنے کے عمل میں شامل نہیں کیا جاتا اور وہ بڑے زمینداروں کی برتر پوزیشن اور سرکاری اہل کاروں کے کاملاً محتاج ہوتے ہیں ۔

چھوٹے کاشتکاروں کی راہ میں حائل مشکلات دور کردی جائیں تو وہ معاشرے کے وسائل کا اتنا ہی مفید استعمال کرسکتے ہیں جتنا کہ بڑے کاشتکار کرتے ہیں ۔ پاکستان میں کئی تحقیقی مطالعوں سے ظاہر ہوچکا ہے کہ چھوٹے کاشت کار ان امور میں آگئے ہیں ۔ (ا) زمین کی پیداواری صلاحیت (ب) زمین کا بھرپور استعمال اور (ج) بھرپور فصل کاری ۔ چھوٹے کاشتکار اگر کبھی محض اپنے کنبے کے لئے فصلیں کاشت کرتے تھے تو اب یہ بھی صورت باقی نہیں رہی ۔ اب وہ محض گزارے کے لائق کاشتکار نہیں رہے ۔ وہ اپنے رقبے کے قابل ذکر حصے میں منافع حاصل کرنے کے لئے نقد آور فصلیں کاشت کرتے ہیں ۔ وہ منڈی میں فروخت کیلئے جو فاضل پیداوار حاصل کرتے ہیں ۔ حالیہ برسوں کے دوران اس میں نمایاں اضافہ ہوا ہے ۔ اس امر کے شواہد موجود ہیں کہ بہت سے چھوٹے کاشتکار اپنی فصلیں برداشت کرنے کے فوراً بعد منڈی میں بیچ دیتے ہیں حالانکہ اس وقت بھاؤ کم ہوتا ہے اور پھر اپنے لئے خوراک اس وقت خریدتے ہیں جب اس کا بھاؤ مہنگا ہوتا ہے

بارانی زراعت

پاکستان میں بارانی علاقوں میں زراعت کا دارومدار صرف بارش کے پانی پر ہے ۔ لیکن اب حکومت ان علاقوں کی ترقی کیلئے مؤثر منصوبہ بندی پر عمل پیرا ہے نجی سیکٹر بھی حکومت کی ان کاوشوں میں ہاتھ بٹا رہا ہے ۔ گذشتہ سال لاہور میں فوجی فرٹیلائزر کمپنی کے زیرِ اہتمام "ڈرائی لینڈ ایگریکلچر" پر ایک سیمینار منعقد ہوا جس میں دنیا بھر سے زرعی ماہرین ، سائنسدانوں اور پالیسی ساز افراد نے شرکت کی جس کے نتیجہ میں ایک خصوصی رپورٹ برائے بارانی علاقوں میں زراعت مرتب کی گئی ۔ درحقیقت بات یہ ہے کہ ایک طویل عرصے تک بارانی علاقہ ہماری زرعی پالیسیوں میں کافی حد تک نظرانداز ہوتا رہا اور اس کی زرعی صلاحیت کو بہتر بنانے کے لئے خاطر خواہ تحقیقی کام نہیں ہوسکا ۔ جبکہ ترقی یافتہ ممالک بارانی علاقوں کی پیداوار کو آبپاشی علاقوں کی پیداوار کے برابر لے گئے ہیں ۔ اس میں شک نہیں کہ گذشتہ عشرے میں بارانی علاقوں کی زرعی ترقی کیلئے متعدد ادارے معرضِ وجود میں لائے گئے ہیں ۔ ان میں آباد بارانی زرعی کالج راولپنڈی اور بارانی زرعی تحقیقاتی ادارے کا قیام خاص طور پر قابل ذکر ہیں ۔ وفاقی حکومت کی طرف سے قومی تحقیقاتی مرکز کا قیام بھی بارانی زراعت کو بہتر بنانے کی طرف اہم پیش رفت ہے ۔ لیکن ان اداروں کو بھرپور طریقے سے فعال ہوتے میں ابھی کچھ وقت لگے گا ۔

بہرحال بارانی زراعت پر کام کرنے والے ماہرین پر یہ بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ بارانی علاقوں کے لئے ایسی زرعی ٹیکنالوجی معلوم کریں جو ان علاقوں میں سبز انقلاب برپا کردے ۔ بارانی زراعت کی اہمیت واضح کرنے کے لئے اس پیش پا افتادہ حقیقت کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے کہ ملک کے کل زیر کاشت رقبہ کا ایک چوتھائی حصہ بارانی کاشت پر مشتمل ہے اور تقریباً ۱۸ فیصد آبادی کے گذر اوقات کا انحصار بارانی کاشت پر ہے ۔ مثال کے طور پر پانی کی قلت پر قابو پانے کے لئے بیج کی ایسی اقسام دریافت کی جاچکی ہیں جو خشک سالی کا نہایت کامیابی سے مقابلہ کرسکتی ہیں ۔ علاوہ ازیں زیر زمین نمی کو محفوظ کرکے کھادوں کے بروقت اور متناسب استعمال اور دیگر جدید زرعی سفارشات پر عمل کرکے پیداوار میں خاطر خواہ اضافہ کیا جاسکتا ہے ۔ ان حقائق کے پیش نظر امید رکھنی چاہیئے کہ بارانی علاقوں میں رہنے والے کاشتکار حضرات زرعی عوامل پر عمل پیرا ہوکر اور ہمت اور محنت سے کام لیتے ہوئے پیداوار میں اضافہ کرنے کی بھرپور کوشش کریں گے ۔ اسی طرح حکومت کا بھی فرض ہے کہ وہ ڈرائی لینڈ ایگریکلچر سیمینار کی سفارشات پر عمل کرے تاکہ بارانی علاقوں میں کاشتکاری کو فروغ مل سکے ۔

بڑھتی ہوئی آبادی

ایک خصوصی رپورٹ کے مطابق پاکستان کی آبادی گیارہ کروڑ سے متجاوز ہوگئی ہے ۔ جبکہ کراچی شہر کی آبادی ایک کروڑ سے زائد ہے جبکہ ۱۹۸۱ء کی مردم شماری رپورٹ کے مطابق پاکستان کی آبادی ساڑھے آٹھ کروڑ تھی اور اس میں شرح اضافہ ۱٫۳ فیصد ہے ۔ دیہاتوں سے روزگار کے سلسلہ میں آنے والے افراد بھی شہروں کی آبادی میں اضافہ کا سبب بن رہے ہیں ۔ ایک رپورٹ کے مطابق گذشتہ ایک سال کے دوران لاہور کی آبادی میں ایک لاکھ سے زائد افراد کا اضافہ ہوا ۔ اقوام متحدہ کی ایک رپورٹ کے مطابق دیہات کی نسبت شہری علاقوں میں عورتوں کی تعداد بڑھ رہی ہے جس کی وجہ سے معاشی اور معاشرتی وسائل پیدا ہوجائیں گے ۔ اسی طرح پاکستان میں زراعت وہ واحد شعبہ ہے جہاں ان پڑھ اور کم پڑھے لکھے افراد جذب ہوجاتے ہیں ۔ جس میں ۷۹٫۴ فیصد ان پڑھ ہیں ۔ پندرہ فیصد میٹرک یا اس سے زیادہ تعلیم رکھتے ہیں ۔ درحقیقت ان پڑھ افراد ہی ملک کی زراعت میں اور زرعی شعبے کی پیداوار میں کمی کا باعث بنتے ہیں ۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ آبادی میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اضافہ کو روکا جائے۔ دیہی علاقوں سے شہری علاقوں کی طرف آبادی کی منتقلی کے عمل کو ختم کیا جائے۔ کسانوں کی عملی تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا جائے ورنہ ایک دن یہ ہوگا کہ آبادی میں اضافہ سے مکانات اور رہائشی کالونیاں تو تعمیر ہو جائیں گی مگر زرعی زمین کی زرعی پیداوار کم ہو جائے گی۔ طلب کے مقابلہ میں مانگ بڑھ جائے گی اور ہمیں ہر جنس باہر سے درآمد کرنی پڑے گی۔ ہمارے ہاں شرح پیداوار میں اضافہ کی رفتار آبادی کی شرح اضافہ سے کم ہے۔ چنانچہ حکومت کو چاہیئے کہ وہ فوری طور پر اس طرف توجہ دے تاکہ زرعی اجناس ملکی آبادی کے لئے کافی ثابت ہو سکیں۔

جدید ٹیکنالوجی کا حصول — اور استعمال!

دور حاضر میں زراعت صنعت کا درجہ حاصل کر چکی ہے۔ جدید زرعی علوم اور تیز رفتاری سے ترقی کرتی ہوئی ٹیکنالوجی کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلنا ضروری ہو گیا ہے۔ آج جو کاشتکار جدید زرعی ٹیکنالوجی سے بے اعتنائی برتتا ہے ضروریات پوری کرنے سے بھی قاصر رہتا ہے اس کے لئے زراعت خسارے کا سودا بن جاتا ہے ہمارا ملک زرعی دولت سے مالا مال ہے مختلف فصلوں کیلئے موزوں آب و ہوا وسیع و عریض ہموار میدانی علاقے زرخیز مٹی کی گہری تہہ زیر زمین قابل استعمال پانی کے وسیع ذخائر دنیا کا سب سے بڑا اور منظم نہری نظام جفاکش افرادی قوت، اب اگر کمی ہے تو وہ جدید ترین زرعی ٹیکنالوجی کو اپنانے کی ہے کسان بھائیوں کو چاہیئے کہ وہ ترقی یافتہ زرعی ٹیکنالوجی کو اپنا کر اپنی زراعت کو جدید خطوط پر استوار کریں تاکہ مختلف فصلوں سے زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل کر سکیں۔ اس ضمن میں امداد باہمی کے مالیاتی ادارے بینک اور شیڈولڈ بینکس کے علاوہ زرعی ترقیاتی بینک آف پاکستان کو دل کھول کر بلا سود قرضے دینے چاہئیں اور سرکاری شعبے کے ساتھ نجی شعبہ کو بھی ٹرانسفر آف ٹیکنالوجی کے لئے اپنا کردار ادا کرنا چاہیئے۔

زمین کی زرخیزی کی بحالی

آج کے دور میں زمین سے ہر سال لگاتار فصلیں اگائی جا رہی ہیں اور زمین کو خالی رکھنا غیر منافع بخش خیال کیا جاتا ہے۔ عام زمین کے علاوہ باغات میں بھی فصلیں اگانے کو ترجیح دی جاتی ہے۔ ایسے حالات میں بہت زیادہ غذائی اجزاء استعمال ہو رہے ہیں اور زمین کی زرخیزی کم ہوتی جا رہی ہے۔ اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ زمین کی زرخیزی بحال رکھنے کیلئے مناسب اور فوری اقدامات کئے جائیں۔ اس کے لئے زمین کی تیاری، اعلیٰ قسم کا بیج، مناسب اور بروقت پانی کا استعمال، جڑی بوٹیوں کی تلفی، کرم کش ادویات کا استعمال، زرعی آلات کا استعمال اور دوسرے زرعی طریقے بروئے کار لانا ہوں گے۔ فصل سے اچھی اور زیادہ پیداوار حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ زمین میں پودوں کو ملنے والے غذائی اجزاء ایک خاص تناسب میں اور ضرورت کے مطابق ہوں۔

فصلوں کا بیمہ!

آج سے چند سال قبل حکومت نے قدرتی آفات کی وجہ سے کسان کو پہنچنے والے نقصان سے بچانے کیلئے دو تین انشورنس کمپنیوں کو بیمہ کرنے کی اجازت دی تھی تاکہ کسان کے مفادات کا تحفظ کیا جا سکے۔ لیکن افسوس کا مقام ہے کہ بیمہ کمپنیاں اب یہ کام بند کر چکی ہیں۔ حالانکہ دوسرے پیداواری شعبے چار دیواری اور چھت رکھنے کے باوجود تحفظات کے لئے بیمہ کی سہولتوں سے بہرہ ور ہیں۔ ان کے برعکس زراعت ایک ایسا پیداواری شعبہ ہے جو چھت سے محروم ہے۔ کیونکہ اس کا خام مال دھوپ اور ہوا جیسے قدرتی وسائل ہیں۔ چنانچہ سائنس اور ٹیکنالوجی کی تمام تر ترقی کے باوجود زراعت میں کامیابی صرف ایسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہے کہ فصلیں ارضی و سماوی آفات سے محفوظ رہیں۔ بسا اوقات لہلہاتی اور بالکل تیار فصلیں انسان کے ہاتھوں میں آتے آتے رہ جاتی ہیں اور کاشتکاروں کے خون پسینے کی کمائی آفات کی نذر ہو جاتی ہے اگرچہ نامساعد حالات میں ابھی بھی حکومت کی طرف سے کاشتکاروں کو مراعات اور مالی امداد دی جاتی ہے لیکن کھڑی فصلوں کا بیمہ ہونے کی صورت میں کاشتکاروں کو تحفظ حاصل ہوگا وہ کسی دوسری صورت میں ممکن نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اتنی وسیع و عریض صنعت زراعت کے بیمہ کے لئے کثیر مالی وسائل درکار ہوں گے لیکن دنیا کے کئی ممالک امریکہ، آسٹریلیا، جرمنی اور کینیڈا میں کھڑی فصلوں کے بیمہ کی سہولت موجود ہے۔ حکومت کو چاہیئے کہ وہ اس طرف توجہ دے اور زراعت کا بیمہ کرنے والی انشورنس کمپنیوں کو متحرک کرے۔

زرعی اجناس کی قیمتوں کا استحکام

بدقسمتی سے پاکستان میں زرعی اجناس کی قیمتوں میں استحکام نہیں ہے۔ ہوتا یوں ہے کہ کبھی ایک جنس کی قیمت بڑھ جاتی ہے تو دوسری کی کم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ زمیندار صرف نفع بخش فصل ہی کاشت کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے وطن عزیز ایک فصل میں تو خودکفیل ہو جاتا ہے لیکن دوسری جنس درآمد کرنی پڑتی ہے۔ بعض اوقات کسی فصل پر اٹھنے والے پیداواری اخراجات متوقع آمدنی سے کم ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے دل برداشتہ ہو کر کسان دوبارہ وہ فصل بوتا ہی نہیں۔ اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام اقسام کی فصلوں پر اٹھنے والے پیداواری اخراجات کا جائزہ وہ قومی ضروریات کی فراہمی تو کجا اپنی انفرادی معاشی لے کر اس کی قیمت فروخت حکومت خود مقرر کرے تاکہ کاشتکار کو نقصان نہ پہنچے۔ قیمتوں کا تعین اس طرح کرنا چاہیئے کہ تمام فصلوں کی پیداوار یکساں رہے اور ان کی درآمد کی ضرورت ہی پیش نہ آئے نیز پیداواری اخراجات میں کمی کرنے کے لئے کسان کو مؤثر رہنمائی ملنی چاہیئے۔

دیگر عوامل

زراعت کی ترقی میں کمی میں ان عوامل کا بھی ہاتھ ہے۔

۱۔ کھاد اور بیج کی قیمتوں میں بلا جواز اضافہ۔
۲۔ سرکاری اداروں خصوصاً محکمہ زراعت کے عملہ کا نامناسب رویہ۔
۳۔ کھیت اور منڈیوں میں قیمتوں کا فرق۔
۴۔ رابطہ سڑکوں کی تعمیر اور ان کی مرمت۔
۵۔ مارکیٹ کمیٹیوں کا سمجھ میں نہ آنے والا نظام
۶۔ آڑھتی کی کسان پر مضبوط گرفت۔
۷۔ مالیاتی اداروں اور شیڈولڈ بینکوں کی طرف سے کسان کو دیئے گئے قرضے پر مارک اپ کی بھاری شرح۔
۸۔ زرعی آلات کی قیمتوں میں ہر چھ ماہ بعد اضافہ۔
۹۔ گوداموں کا نہ ہونا جہاں کاشتکار اپنی فصل سٹور کر سکے۔
۱۰۔ کاشتکار کے کھیتوں پر جدید ترین زرعی ٹیکنالوجی کے عملی مظاہرہ کا نہ ہونا
۱۱۔ مالیہ اور عشر کی موجودگی میں دوسرے ٹیکسوں کا نفاذ۔
۱۲۔ قرضوں کی فراہمی کا بروقت انتظام نہ ہونا۔
۱۳۔ زمین کی ٹیسٹنگ کے نظام کا نہ ہونا۔
۱۴۔ سیم و تھور کے مؤثر علاج کے لئے سہولتوں کی فراہمی کا نہ ہونا۔

اطلاعات و اعلانات

درخواست دعا

- مکرم چوہدری فضل احمد صاحب اے۔ ای۔ آئی شاہ تاج شوگر ملز منڈی بہاؤالدین عرصہ سے شوگر کے مریض ہیں۔
- مکرم چوہدری بشیر احمد صاحب دارالصدر جنوبی ربوہ کا فضل عمر ہسپتال میں مثانہ کا اپریشن ہوا ہے
- مکرم سیٹھ محمد دین صاحب صدر جماعت احمدیہ کامونکی بعض مقدمات میں ملوث ہونے کی وجہ سے بہت پریشان ہیں۔
- مکرم شیخ وسیم احمد صاحب عرصہ چار پانچ ماہ سے بیمار ہیں اور سول ہسپتال فیصل آباد میں زیر علاج ہیں
- مکرم اصغر علی صاحب ایجنٹ روزنامہ الفضل فیصل آباد بعض پریشانیوں میں مبتلا ہیں۔
- میری پھوپھی رشیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ محمد یار صاحب کے سر کا اپریشن ہوا ہے۔ (غضنفر اقبال ادر حمہ)
- آج کل بی ٹی سی کے امتحانات ہو رہے ہیں۔ جنمیں بہت سے احمدی طلباء بھی حصہ لے رہے ہیں۔
- میرے والد مکرم شیخ عبدالمنان صاحب ارشد کافی عرصہ سے دل اور مختلف عوارض میں مبتلا ہیں۔ محمد احمد شیخ

احباب سے ان سب کیلئے دعا کی درخواست ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مکرم ڈاکٹر وسیم احمد باجوہ حادثے میں انتقال کر گئے

مکرم ڈاکٹر وسیم احمد باجوہ صاحب ۶ر جولائی ۱۹۸۹ء کو پنڈی بھٹیاں کے قریب کار کے ایک حادثہ میں وفات پا گئے۔ ان کی اہلیہ محترمہ کو بھی چوٹیں آئیں۔

مکرم ڈاکٹر صاحب ربوہ میں گولبازار میں پرائیویٹ پریکٹس کرتے تھے۔ کچھ عرصہ فضل عمر ہسپتال میں بھی خدمات انجام دیتے رہے نہایت نیک سادہ طبع اور غریبوں کے ہمدرد ڈاکٹر تھے۔ ابھی چند سال قبل ایم بی بی ایس پاس کیا تھا۔ موصوف لاہور سے اپنے بھائی کی عیادت کر کے واپس آ رہے تھے کہ پنڈی بھٹیاں کے قریب ایک دردناک حادثے میں جاں بحق ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور لواحقین کو صبرِ جمیل سے نوازے۔

تعلیم القرآن

قدرتِ ثانیہ کے مظہر ثالث سیدنا حضرت مرزا ناصر احمد صاحب فرماتے ہیں:۔

"اولاد کی تربیت اور اس کو قرآن کریم پڑھانے کی اصل ذمہ داری والدین پر ہے۔ انہیں اس کے لئے خدا تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا۔ ان سے سوال کیا جائے گا کہ انہوں نے اپنی اولاد کو اس نعمت یعنی قرآنِ کریم سے جو انہیں حاصل تھی کیوں محروم کر دیا؟"

(خطبہ جمعہ الفضل ۳ر فروری ۱۹۶۶ء)

نیز فرمایا:۔

"ایک احمدی ہونے کی حیثیت سے آپ کا پہلا اور آخری فرض یہ ہے کہ آپ اپنی اولاد کو پہلے قرآن ناظرہ پڑھائیں اور پھر اس کا ترجمہ سکھائیں اور پھر ان کے لئے ایسا ماحول پیدا کریں کہ قرآنِ کریم کی محبت اور عشق ان کے دلوں میں پیدا ہو جائے۔"

(خطبہ جمعہ الفضل ۳ر فروری ۱۹۶۶ء)

مندرجہ بالا ارشادات کی روشنی میں تمام احمدی والدین کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اپنی اس بنیادی ذمہ داری کو کماحقہٗ ادا کرنے کی بھرپور کوشش کریں۔

(ایڈیشنل ناظر اصلاح و ارشاد تعلیم القرآن وقف عارضی ربوہ)

لوگوں میں بُرا وہ ہے۔ جس کی تعظیم اس کے شر کے خوف سے کی جائے۔

سچے ہو کر جھوٹے کی طرح تذلل کرو تا تم بخشے جاؤ۔
——— کشتی نوح

خضاب سے نجات اور بالوں کی حفاظت کیلئے
پیرنک شیمپو
استعمال کیجئے
قیمت ۲۹/- روپے
اپنے کپڑوں کی صفائی اور حفاظت کیلئے
پیرنک واشنگ پاؤڈر
استعمال کیجئے
قیمت ۲۴/- روپے فی کلو
اپنے قریبی دکاندار سے طلب فرمائیں
پیرنک کیمیکلز
پوسٹ بکس ۴۱ ربوہ

موٹاپا کورس
OBESITY
COURSE
ایک ماہ کی ادویات کا کورس قیمت ۶۰ روپے
لٹریچر ۳/- روپے کے ڈاک ٹکٹ بھجوا کر منگوائیں۔
کیورٹو میڈیسن کمپنی (رجسٹرڈ) ربوہ
فون: سیلز ۷۷۱ / کلینک ۶۰۶ / رہائش ڈاکٹرز ۶۰۷

خبریں

● وزیر اعظم محترمہ بے نظیر بھٹو نے دفاعی اخراجات میں کمی کے بارے میں بھارت کو باضابطہ مذاکرات کی پیشکش کر دی ہے۔ انہوں نے یہ تجویز لندن میں برطانوی اخبارات کے ایڈیٹروں اور دیگر ذرائع ابلاغ کے نمائندوں سے ایک ملاقات کے دوران کی۔

● لاہور ہائیکورٹ کے ایک جج نے ایک تاریخی رولنگ دیتے ہوئے کہا ہے کہ ہائیکورٹ کا جج پولیس کے اختیارات استعمال کر سکتا ہے۔ اور کسی شخص کی گرفتاری کا حکم دے سکتا ہے۔

● پاکستان نے افغانستان کے مسئلے میں اقوام متحدہ کا نیا کردار تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ پاکستان نے کہا ہے کہ وہ مجاہدین پر دباؤ میں فریق بننے کو تیار نہیں۔ نہ ہی پاکستان نجیب انتظامیہ سے براہِ راست یا بالواسطہ گفتگو کرنے کو تیار ہے۔

● افغانستان کے سربراہ نجیب نے کہا ہے کہ پاکستان کے بعض جنگ پرست حلقے افغانستان میں سیاسی حل کی راہ میں رکاوٹیں ڈال رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کی وزیر اعظم کی طرف سے سیاسی حل کے اعلان کے الفاظ ہی کافی نہیں اس کے لئے سیاسی فیصلے بھی کئے جانے چاہئیں۔

● تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے سربراہ علامہ سید ساجد علی نقوی نے جنرل فضل حق کی گرفتاری میں تاخیر پر اور نواز شریف کی جانب سے انہیں تحفظ دینے کی مبینہ اطلاعات پر سخت نکتہ چینی کی ہے اور الزام لگایا ہے کہ جنرل فضل حق علامہ عارف الحسینی کے علاوہ بھی دس شیعوں کے قاتل ہیں۔

● علامہ طاہر القادری نے کہا ہے کہ ہر مذہبی فرقے میں اگر تین انتہا پسندوں کو پھانسی دے دی جاتی تو ملک سے مذہبی تشدد ختم ہو جائے گا۔

● سوڈان کے روپوش وزیر اعظم صادق المہدی کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ نئی فوجی حکومت نے اعلان کیا ہے کہ ان پر مقدمہ چلایا جائیگا۔ انکے علاوہ دیگر پچاس سیاستدانوں پر بھی مقدمہ چلایا جائیگا۔

● سیاچین سے فوجیں واپس بلانے کے سلسلے میں بات چیت کے لئے پاکستانی وفد بھارت روانہ ہو گیا۔

● برطانوی وزیر اعظم مسز مارگریٹ تھیچر نے پاکستانی وزیر اعظم بے نظیر بھٹو سے مذاکرات کئے۔ بے نظیر کو گارڈ آف آنر پیش کیا گیا۔ جو غیر ملکی سربراہوں کے لئے خصوصی اعزاز ہے کیونکہ برطانیہ میں یہ اعزاز صرف دولت مشترکہ کے سربراہوں کو دیا جاتا ہے۔ وزیر اعظم تھیچر نے کہا ہے کہ بے نظیر کا غیر معمولی استقبال ان کے اصولوں کی وجہ سے ہے۔

● ہنگری کی سپریم کورٹ نے ۱۹۵۸ء میں ہنگری کے سربراہ کو دی جانے والی پھانسی غیر قانونی قرار دے دی ہے۔ ان کے آٹھ معاونین کو بھی الزامات سے بری کر دیا گیا ہے۔

● کابل پر بھرپور حملے کے لئے مجاہدین نے تیاری شروع کر دی ہے۔ کابل حکومت نے بھی اس کا مقابلہ کرنے کیلئے جدید اسلحہ کابل پہنچانا شروع کر دیا ہے۔

● پنجاب پولیس نے ۷ جولائی کی رات آزمائشی طور پر پورے پنجاب کی بیک وقت ناکہ بندی کر دی۔

● اہل حدیث یوتھ فورس اور جمعیت العلمائے اہلحدیث کے سیکرٹری جنرل نے نواز شریف کے خلاف علامہ احسان الٰہی ظہیر کے قتل کے الزام میں مقدمہ چلانے کے لئے تحریک چلانے کا اعلان کیا ہے۔

● سکواش کی عالمی رینکنگ میں جہانگیر خان بدستور نمبر ون ہیں۔ جان شیر خان دوسرے نمبر پر ہیں۔ جبکہ ایک اور پاکستانی عمر رحیم آٹھویں نمبر پر ہیں۔